بلقانی ریاستوں میں عثمانی عہد کے بعد مسلم شناخت کا مسئلہ

نتھالی کلیر/الیگزنڈر پاپووچ☆

بیسویں صدی میں سلطنت عثمانیہ کے خاتمہ پر جو مذہبی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی تبدیلیاں واقع ہوئیں، مسلمان اقوام کو ان کے شدید نتائج بھگتنا پڑے۔ ترکی، عالم اسلام، نئی ریاستوں اور ہمسایہ عیسائی اقوام کے ساتھ اپنی گوناگوں نسبتوں کی بنا پر انہیں اپنی حیثیت کو ازسر نو متعین کرنا پڑا۔ زمان ومکان کے اختلافات کے حوالے سے ان کی یہ شناخت کبھی یکساں نہیں رہی۔ اب بلقان میں مسلمانوں کے دو بڑے گروہ ہیں، ایک بوسنیا ہرزیگووینا کے مسلمان اور دوسرے البانیہ کے مسلمان۔ یہ گروہ عثمانی دور میں مسلمان ہوئے تھے۔ ہم پہلے ان کے بارے میں بحث کریں گے اور پھر بلقان کے دیگر مسلمانوں کے حالات پر اظہار خیال کریں گے۔

بوسنیا ہرزیگووینا کے مسلمان

بوسنیا ہرزیگووینا کے مسلمانوں کے لئے شناخت کا مسئلہ ایک پیچیدہ اور تغیر پذیر تصور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں مختلف ادوار میں حالات سے موافقت اختیار کرنے پر مجبور کیا جاتا رہا ہے۔ جس کے زیر اثر ان کے نظریہ سازوں نے بعض حقائق کو نظر انداز کرنے، ماضی کی تردید کرنے اور مسلم شناخت کے نئے تصور کو اپنانے کی لگاتار کوشش کی جس کے نتیجے میں ہمیں عثمانی عہد اور بعد کے دور میں مسلم شناخت کے تصور میں فرق نظر آتا ہے۔

عثمانی عہد (۱۴۶۳ء - ۱۸۷۴ء) میں بوسنیا ہرزیگووینا کے مسلمانوں کی تعداد ایک تہائی تھی اور وہ اپنی شناخت کا دو سطحوں پر اظہار کرتے تھے: ا) عالم اسلام (عثمانی امہ یا عالمگیر اُمہ) کے اندر وہ اپنے آپ کو بوسنیائی مسلمان کہتے تھے۔ ب) بلقان کے اندر اور باہر کی غیر مسلم ہمسایہ اقوام میں وہ صرف 'مسلمان' کہلاتے تھے۔ جبکہ غیر مسلم اقوام کے نزدیک

☆Nathalie Clayer/Alexandre Popovic," Muslim Identity in the Balkans in the Post-Ottoman Period," *Comparative Studies of South Asia, Africa and the Middle East*, XVII:1 (1997) PP. 17-25 (تلخیص: ڈاکٹر رحیم بخش شاہین)

'مسلمان' اور 'ترک' ہم معنی الفاظ تھے۔

عثمانی دور کے خاتمے کے بعد جب حالات ناموافق ہو گئے تو مسلم شناخت کے نظریہ سازوں کو مجبوراً جو مختلف موقف اختیار کرنا پڑے ان کو یکے بعد دیگرے پانچ ادوار کے حوالے سے سمجھا جاسکتا ہے:

۱- آسٹروی ہنگری دور (۱۸۷۸ء-۱۹۱۸ء)

دوہری بادشاہت کا یہ دور چالیس سال پر پھیلا ہوا ہے اس دور میں مسلمانوں میں مذہبی بنیادوں کو ضعف پہنچا اور انہوں نے اپنے آپ کو نسلی یا قومی بنیادوں پر 'مسلم سرب' اور 'مسلم کروٹ' کہلانا شروع کر دیا۔ مشہور مورخ اور وزیر خزانہ لی-کالے نے بوسنیائی یونین' اور 'بوسنیائی زبان' کو متعارف کرانے کی کوشش کی لیکن اس کی یہ تحریک کامیاب نہ ہوسکی اور صورت حال جوں کی توں رہی۔ اس زمانے میں مقامی مسلمان زمینداروں نے پہلی مسلم سیاسی جماعتیں تشکیل دیں جن کی بدولت علماء کی فوجی اور مذہبی ہدایات کا زور توڑنے کی کوشش کی گئی۔ ان جماعتوں نے خطے کے دیگر دو سیاسی گروہوں اور اصحاب اقتدار سے اتحاد کر کے مسلم تشخص کے مسئلے کو اور زیادہ الجھانے کی کوشش کی۔

۲- یوگوسلاویہ کی بادشاہت کا دور (۱۹۱۸ء-۱۹۶۱ء)

اس دور میں مسلمان عظیم سربی اور عظیم کروشیائی تحریکوں کا حصہ قرار پائے۔ بوسنیا ہرزیگووینا کے مسلمانوں کی بڑی تعداد نے اپنے آپ کو اسلامی عقیدہ کے سرب اور دوسروں نے اسلامی عقیدہ کے کروٹ کہلوایا، جبکہ ایک تیسرے گروہ نے یوگوسلاوی مسلمان کی حیثیت سے اپنے آپ کو منظم کرنا شروع کر دیا۔

اس دور میں اول تو اس علاقے کے تین مذہبی گروہوں میں بوسنیا ہرزیگووینا اور یوگوسلاویہ کے مشرقی حصے (البانیہ کے مسلمانوں، ترکوں، کوسووو اور مقدونیہ کے سلاووں) کے درمیان ہم آہنگی کی نسبت زیادہ مفاہمت پیدا ہوئی۔ مسلمانوں کے ان دو گروہوں کی سیاسی جماعتوں میں مکمل علیحدگی تھی۔ بیسویں صدی کے اختتام پر 'مسلمانوں میں روایت پسند' اور 'اصلاح پسند' لہریں پیدا ہوئیں۔ ان کے علاوہ بوسنیا ہرزیگووینا میں پان اسلامسٹ لہر نے بھی جنم لیا۔ ۱۹۴۱ء میں 'ملاوی مسلمانی' نام سے مسلمان نوجوانوں نے ایک تنظیم قائم کی جس نے اس دور میں اور بعد ازاں اسلام کے حوالے سے زبردست کردار ادا کیا۔

۳- جنگ عظیم دوم کا دور (اپریل ۱۹۴۱ء - مئی ۱۹۴۵ء)

اس پانچ سالہ دور میں کئی نئے واقعات بوسنیا ہرزیگووینا کے مسلمانوں کی شناخت پر اثر انداز ہوئے۔ نازی جرمنی نے خود مختار کروشیائی فاشسٹ ریاست قائم کی تھی۔ بوسنیا ہرزیگووینا کے بہت سے مسلمانوں نے لاکھوں کٹر سربوں کے قتل عام میں اس ریاست کے ساتھ سرگرمی کے ساتھ تعاون کیا۔ اس کے رد عمل میں سربوں نے مسلمان قصبوں اور دیہات کو تباہ و برباد کیا۔ دوسری طرف سابقہ مسلم سیاسی جماعتیں دم توڑ گئیں اور مسلمانوں میں دو انتہا پسند گروہ پیدا ہو گئے:

(الف) وہ مسلمان جو براہ راست یا بالواسطہ جرمنی کے ساتھ فوجی قسم کا تعاون کرتے رہے۔ ان میں مفتی امین الحسینی کے خالص فوجی دستوں میں خدمات انجام دینے والے مسلمان بھی شامل تھے۔

(ب) وہ مسلمان جنہوں نے اشتراکی جماعت کے ایما پر قابض افواج اور مقامی نظریاتی دشمنوں کے خلاف جنگ آزمائی کی خاطر کٹر گروہ میں شمولیت اختیار کی۔

بوسنیا ہرزیگووینا کے مسلمانوں کے ساتھ ان دونوں کیمپوں کے رہنماؤں کے تعلق کی نوعیت کچھ یوں تھی:

> اُتاشی (کروشی فاشسٹ) : ان کے نزدیک اس خطے کے تمام مسلمان کروشیائی تھے۔
>
> یوگوسلاوی اشتراکی جماعت: اس جماعت کے رہنما دو مقاصد کے لئے مصروف عمل تھے۔ ایک مسلمانوں کی مذہب کے بجائے سویت طرز پر درجہ بندی، دوسرے مذہب کے معاملے میں مقامی مسلمانوں کو غیر موثر بنانا۔

مسلمان مذہبی رہنماؤں نے فاشسٹوں کے خلاف گوریلا طرز کی کارروائیوں میں بہت محدود سطح پر حصہ لیا تھا جبکہ زیادہ تر لوگوں نے جرمنوں کی حمایت میں سرگرمی دکھائی تھی۔ اس سے ۱۹۴۵ء کے بعد مسلمان مذہبی رہنماؤں اور مسلمان نوجوانوں کی تنظیم کے متعدد ارکان کو قید و بند کی ابتلاؤں سے دوچار ہونا پڑا۔

۴ یوگوسلاویہ کی اشتراکی آمریت کا دور (۱۹۴۵ء - ۱۹۹۲ء)

اس دور میں مسلم شناخت کا مسئلہ اور زیادہ الجھا دیا گیا۔ اشتراکی آمریت نے جملہ مسلمان آبادی کی سائنسی، عمومی، لازمی اور متعین تعریف کرنے کی کوشش کی۔ اس کے چند بڑے

بڑے اسباب یہ تھے:

اول: اشتراکی نظام شہری اور دیہاتی مسلمانوں کی عظیم اکثریت کے اسلام سے والہانہ لگاؤ سے خوفزدہ تھا۔ وہ احیائے اسلام کی موثر تحریک کا سدباب کرنے کے درپے تھا۔

دوم: اشتراکی حکومت کی کوشش تھی کہ ایک ایسی علاقائی قومیت کی تشکیل کی جائے جس پر یا تو اشتراکیت کا رنگ غالب ہو یا مذہبی اثر کم ہو۔

سوم: دیرینہ مسائل کی بنا پر اندرونی حالات پیچیدہ ہو چکے تھے۔ علاقے میں مذاہب اور اقوام کی گوناگونی کے علاوہ بدتر معاشی حالات نے بھی صورت حال کو گھمبیر بنا رکھا تھا۔ ٹیٹو حکومت اس سے فائدہ اٹھانا چاہتی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ اس طرح مسلم بلاک کے ان ممالک کے اندر کردار ادا کرے جو بعد ازاں غیر جانبدار تحریک کا حصہ بنے۔ اس غرض سے اس نے ۱۹۶۷ء میں بوسنیا ہرزیگوینا کی مسلمان قوم کو سرکاری طور پر تسلیم کرنے کا اقدام کیا۔ لیکن اشتراکی جماعت کے نام نہاد مسلمان ارکان کو مطمئن کرنے کے لیے یہ وضاحت کی کہ اس قانونی اصطلاح سے مراد مذہبی مسلمان نہیں۔ بہر حال اس نئی صورت حال کے سیاسی اور مذہبی ابہام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بہت بڑی تعداد میں مضامین لکھے گئے جن کا حاصل یہ تھا کہ بوسنیا ہرزیگووینا میں ایک مسلمان قوم موجود ہے جس میں یوگوسلاویہ کے دوسرے مسلمان شامل نہیں ہیں۔

اصل اسلام مسلم شناخت کے مسئلہ سے براہ راست تعلق رکھتا ہے اور یہ اسلام دو نمایاں ذرائع سے پھیلا ہے۔ ایک ٹیٹو دور میں بوسنیا ہرزیگوونیا کے علماء اور اسلام کے دیگر بہت سے شیدائیوں کے ذریعے سے اور دوسرا مسلمان نوجوانوں کی سابقہ تنظیم کے ارکان کی بدولت جن میں بوسنیا کے موجودہ صدر اور سیاسی جماعت یونین آف ڈیموکریٹک ایکشن (SDA) کے سربراہ علی جاہ عزت بیگووچ بھی شامل ہیں۔ یہ گروہ بوسنیا ہرزیگووینا کے تمام مسلمانوں کو از سر نو اسلام کا متبع بنانے کا خواہاں ہے۔ بوگریل کے مضامین اور عزت بیگووچ کی دو فکری و نظریاتی تصانیف ''دی اسلامک ڈیکلریشن (۱۹۷۰ء)'' اور ''اسلام بیٹوین دی ایسٹ اینڈ ویسٹ (۱۹۸۰ء)'' اس موقف کی وضاحت کرتی ہیں۔ ان کتابوں میں بوسنیا ہرزیگووینا کے وہ رہنما جو ٹیٹو دور کے تنخواہ یاب تھے اور اس دور کے غیر مذہبی لادین اور دہریہ مسلمان دانشور اور مغربی طرز کی لادینی جمہوریت کے علمبرداروں کو مسلمانوں کی تمام خرابیوں کی جڑ قرار دیا گیا ہے۔

۵-حالیہ دور (اپریل ۱۹۹۲ء تا حال)

بوسنیا ہرزیگووینا کے تین مذہبی گروہوں کی آبادی کا تناسب گزشتہ دور اور اپریل ۱۹۹۲ء میں جب بوسنیا ہرزیگووینا میں خانہ جنگی کا آغاز ہوا، بہت زیادہ تبدیل ہوا ہے۔ اب صورت حال یہ ہے: مسلمان ۴۴ فیصد، کٹر عیسائی (سرب) ۳۳ فیصد، کیتھولک عیسائی (کروٹ) ۱۸ فیصد۔ نتیجہ یہ ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد کے دور کی طرح اس دور میں بھی مسلم شناخت کا تصور بہت تبدیل ہو گیا ہے اور حالات نے اب مسلمان رہنماؤں کو نئے امکانات اور نئی الجھنوں سے دوچار کر دیا ہے۔

جنگ عظیم دوم کے بعد پہلے آزادانہ انتخابات کے نتیجے میں اشتراکی جماعت کے انتشار اور نئی تشکیل شدہ مسلم پولیٹکل پارٹی کی فتح سے تمام موجودہ سیاسی رجحانات میں ایک 'مقدس اتحاد' قائم ہو گیا ہے۔ اشتراکیوں نے محمد علی جاہ عزت بیگووچ کو ۱۹۸۳ء میں ۱۵ سال کے لئے جیل میں ڈالا تھا۔ اب وہ بوسنیا ہرزیگووینا کے صدر ہیں۔ اب مسلمانوں کے سیکولر اور بائیں بازو کے دھڑے اپنی قوت سے محروم ہو چکے ہیں جبکہ مذہبی دھڑا محمد علی جاہ عزت بیگووچ کی سیاسی جماعت کی صورت میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے ہے۔ 'سمت کی تبدیلی' بوسنیا ہرزیگووینا کے مسلمانوں کے لیے بدیہی طور پر مسلم شناخت کا ایک 'سرکاری موقف' ہے۔ بوسنیا ہرزیگووینا کے سیاسی اور مذہبی مقتدر لوگوں نے اس 'مسلم قومیت' کو رد کر دیا ہے جو اشتراکی دور میں ان پر مسلط کی گئی تھی۔ اب وہ اپنے آپ کو 'بوسنیائی' کہلواتے ہیں۔ یہ سرکاری، فرقہ وارانہ، مذہبی اور سیاسی موقف بہت زوردار بھی ہیں اور خلاف واقعہ بھی۔ بوسنیا ہرزیگووینا کے مسلمانوں کی اسلامی شناخت ایک پیچیدہ اور پیہم تبدیل ہوتا ہوا تصور ہے۔ ہر ایک کے نزدیک اس کا جدا مفہوم ہے۔ کسی کے نزدیک یہ کم و بیش مذہبی ہے اور کسی کے لئے سیکولر جس میں علاقائی، ثقافتی، نظریاتی اور دیگر بہت سے گروہ شامل ہیں۔ اس آبادی کے لئے کسی متعین اور حتمی نام کی غیر موجودگی میں یہ سب تصورات آپس میں گڈمڈ ہو گئے ہیں۔

البانیہ کے مسلمان

البانیہ کے مسلمانوں کا معاملہ بوسنیا ہرزیگووینا کے مسلمانوں سے مختلف ہے۔ ان کے اسلام میں ایک تنوع ہے، جو بوسنیا ہرزیگووینا میں یا تو مفقود تھا یا بہت مدھم تھا۔ ان میں اور ان کے کیتھولک اور کٹر عیسائی ہمسایوں میں زبان بھی وجہ اشتراک ہے جو بالآخر البانوی قوم اور البانوی حکومت کی تشکیل کا باعث بن سکتا ہے۔

البانوی مسلمانوں نے مسلم تشخص کے بارے میں اب تک بہت تھوڑا کام کیا ہے۔ انہوں نے اس مسئلے کو ثانوی حیثیت دی ہے۔ باقاعدہ نظریہ سازی کی بجائے محض نعرہ زنی ہوتی رہی مثلاً یہ کہ 'ایک البانوی پہلے البانوی ہوتا ہے اور پھر مسلمان یا عیسائی، 'البانیہ کا مذہب البانویت ہے'۔ ان نعروں کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں۔ البانیہ میں اسلام کے حوالے سے جو تنوع اور معاشرتی و سیاسی سیاق و سباق میں جو نشیب و فراز نظر آتا ہے اس کو تسلیم کر لینا چاہئے۔ مسلمان پہلے دو ریاستوں البانیہ اور یوگوسلاویہ میں جبکہ اب تین ریاستوں البانیہ، یوگوسلاویہ اور جمہوریہ مقدونیہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔

اگرچہ عثمانی عہد میں ملکی سرحدیں مسلمانان البانیہ کو باہم جدا نہیں کرتی تھیں تاہم ان کے مختلف گروہوں میں کوئی خاص ہم آہنگی نہیں تھی۔ ان میں تفریق کا بڑا سبب سنی اور بکتاشی مسلکوں کا اختلاف تھا۔ بکتاشی ایک صوفی سلسلہ ہے جس کا آغاز وسطی اناطولیہ سے ہوا۔ اگرچہ شمال میں بھی اس کا اثر ہے لیکن موجودہ جنوبی البانیہ میں اس گروہ کا اثر بہت زیادہ ہے۔ البانوی مسلمانوں میں معاشرتی درجہ بندی کے علاوہ نسلی، علاقائی اور قبائلی بنیادوں پر بھی تفریق موجود ہے۔

بہر حال البانوی مسلمانوں کی بیداری میں بکتاشی فرقے کا بہت حصہ ہے۔ اس نے لوگوں کو حصول تعلیم پر آمادہ کیا، ان میں کثرت سے اپنا لٹریچر پھیلایا، اپنی مادری زبان کی اہمیت بتائی، لاطینی حروف کی ترویج کی۔ ۶-۱۹۰۵ء کے بعد مخصوص سیاسی و سماجی حالات کی بنا پر اس فرقے میں بے مثال توسیع ہوئی۔ البانوی بکتاشی فرقہ روایتی اسلام سے ہٹا ہوا ہے اور اس کے پیروکار ہمیشہ سے ترکوں کے تسلط کے خلاف رہے ہیں۔ ترکوں سے ان کے ترک تعلق کی کیفیت یہ ہے کہ البانوی بکتاشی فرقے نے اپنے آپ کو ترکی کے بکتاشی فرقے سے بھی الگ کر لیا ہے۔

۱۹۱۴ء - ۱۹۱۵ء کے سالوں میں موجودہ البانیہ کے وسطی علاقوں کے سنیوں کی بڑی تعداد نے عیسائی پرنس ویڈ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور مطالبہ کیا کہ عثمانی سلطنت سے تعلق قائم کیا جائے یا اس کے نامزد آدمی کو ملک کا سربراہ بنایا جائے جو شرعی طور پر ترکی سلطان کے ماتحت ہو۔ اس معاملے میں سب سے زیادہ بکتاشی لوگوں نے سنیوں کی مخالفت کی۔

مسلمانوں کے دونوں فرقوں میں یہ تفریق نہ صرف مذہبی سطح پر بلکہ حکومتی سطح پر بھی پیدا ہوئی۔ ۱۹۲۰ کے عشرے میں جب حکومت قائم ہوئی تو ایک اعلیٰ شاہی کونسل قائم ہوئی جس میں ایک سنی، ایک کٹر عیسائی، ایک کیتھولک عیسائی اور ایک بکتاشی کو نمائندگی دی گئی۔

علاوہ ازیں خود سنیوں میں دو طبقے پیدا ہوگئے ایک روایت پسند اور دوسرا اصلاح پسند۔ موخرالذکر طبقے کے لوگوں نے اس امر کی کوشش کی کہ سنی لوگ حکومت البانیہ کی اصلاحات کے ساتھ موافقت اختیار کریں جس نے ملک کو ایک سیکولر دستور دیا، شریعت کی جائے سول کوڈ نافذ کیا، مسلمانوں میں مذہبی تعلیم کو ممنوع قرار دیا تھا۔ اس کے باوجود عملاً عثمانی عہد کا طریقہ جاری رہا اور مسلم تناظر سے ہٹ کر عمل کرنے والوں کی مثالیں بھی ہیں۔ بہت سے لوگوں نے اپنا علاقائی اور قبائلی تشخص برقرار رکھا جبکہ بکتاشی اپنے قومی تشخص پر مصر رہے۔

اشتراکی دور (۱۹۴۴ء - ۱۹۹۲ء) نے البانیہ کی مذہبی شناختوں پر بہت اثر ڈالا۔ خصوصاً ۱۹۶۷ء کے بعد جب مذہب کی جملہ صورتوں کو ممنوع قرار دے دیا گیا، عبادات مذہبی رسوم حتی کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے مذہبی نام تک خلاف قانون قرار دے دیے گئے۔ ان حالات نے عام نوخیز نسلوں کو دین سے دور کر دیا اور بہت کم آبادیوں یا گھرانوں میں مذہبی رسوم و روایات باقی رہ گئیں۔ اگرچہ البانیہ دنیا میں واحد ملک تھا جس کو سرکاری طور پر ملحد ملک قرار دیا گیا، تاہم اس میں مذہبی شناختوں کا خاتمہ نہیں ہو سکا۔ لہٰذا ۱۹۹۰ء میں جونہی عبادت گاہوں کو دوبارہ کھولنے کی اجازت دی گئی تو لوگوں کا مذہبی رجحان ظاہر ہو کر رہا۔

اشتراکی دور کے خاتمے پر اگرچہ بہت سے سنی مسلمان اور بکتاشی خصوصاً نوجوان اپنے مذہبی تقاضوں سے ناواقف نظر آتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے دینی تعلق کا شعور رکھتے ہیں۔ عمر رسیدہ افراد، علماء اور مشائخ کے خاندانوں میں اسلام کا اثر بدستور قائم ہے اور وہ معاشرے میں اپنی سابقہ حیثیت کو از سر نو حاصل کرنے میں کوشاں ہیں جبکہ عام مسلمانوں میں اسلام سے لگاؤ بڑھ رہا ہے۔ وہ اس سے واقفیت حاصل کرنے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

عیسائی پروپیگنڈہ کے باوجود سنی اور بکتاشی اپنے اپنے مسالک کے حوالے سے اپنے اپنے قومی یا نسلی تشخص کو اجاگر کرنے میں مصروف ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ آدمی کو اپنے وطن سے اسی قدر محبت ہوگی جس قدر اپنے عقیدہ و ایمان سے۔ مسلمان علماء تمام البانوی عوام کو اسلام کے دائرے میں آکر اپنے نسلی اور قومی تشخص کو محفوظ بنانے کی دعوت دیتے ہیں۔ مسلم دانشوروں کی انجمن کے صدر نے اس روش پر عمل کرتے ہوئے کہا ہے کہ دین اسلام نے تاریخ میں البانوی عوام کے انفرادی اور اجتماعی تشخص کی تشکیل میں جو مثبت کردار ادا کیا ہے البانوی دانشور اس کے بہت زیادہ معترف ہیں۔

دائیں بازو کی سیاسی قوم پرست جماعت اور اس کے رہنما عبدی بلیٹا(Abdi Baleta) نے بھی بلا تامل اسی طرح کے موقف کا اظہار کیا ہے اور اسلام کو البانیہ کے تشخص کا اہم عامل قرار دیا ہے۔ صدر البانیہ صالح بریشا کا تعلق شمال مشرقی البانیہ کے ایک مسلم گھرانے سے ہے۔ اس نے ۱۹۹۲ء میں او آئی سی میں شرکت کرنے میں کسی قسم کی جھجک کا مظاہرہ نہیں کیا۔ وہ البانیہ کے اٹلی، جرمنی اور امریکہ کے ساتھ بھی قریبی روابط قائم کرنے کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ اس کے اس اقدام سے البانیہ کو ایک حد تک مسلم تشخص حاصل ہوا۔ کم از کم البانوی عوام کے ایک طبقے نے اس قدام کا یہی مفہوم لیا اور بنا بریں اس کو تنقید کا نشانہ بنایا ۔مذہبی احیا کی اس روش نے البانیہ میں ایک بحث کو چھیڑ دیا جس کا مرکزی موضوع ملک کا مشرق و مغرب میں حقیقی مقام تھا۔ لیکن البانوی عیسائیوں اور ملحدوں کو مسلم طرز استدلال قبول نہیں تھا۔ وہ مغرب سے ملاپ کے حامی تھے اور مسلم اور البانوی شناختوں کو مترادف نہیں سمجھتے تھے۔

ان البانوی مسلمانوں کی حالت جو نئے یوگوسلاویہ یعنی کوسوو، مانٹی نیگرو اور اسی طرح جمہوریہ مقدونیہ میں آباد ہیں اپنے البانوی ہم مذہب لوگوں سے مختلف ہے۔ کیونکہ البانیہ سے باہر کے مسلمان نسلی اور سیاسی اعتبار سے سلاوکوں کے مقابلے میں اقلیت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ البانوی عوام مسلمان ہیں اور اسلام نے ان کی نسلی شناخت میں موثر کردار ادا کیا ہے اور ایک مسلمان ہمیشہ ساری تفریقوں سے بالاتر ہمیشہ البانوی رہا ہے۔

بقیہ صفحہ ۲۲ :

تاہم یہ صورتحال -ساجی سائنس دانوں اور میڈیا کے لوگوں کی طرف سے ٹھوس اور معروضی اطلاعات کے نیٹ ورکس کے قیام سے بہتر ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں کے بارے میں اگر رویے میں تبدیلی آجائے تو اس سے پولش عوام اور بالخصوص پولش مسلمانوں کی قسمت بدل سکتی ہے رابطے کے نتیجے میں نہ صرف پولینڈ میں مزدور اور پناہ گزین آئیں گے بلکہ عرب تاجر اور سیاح بھی اس سرزمین کا رخ کریں گے۔ چنانچہ پیشہ ور حضرات پولینڈ میں مسلمانوں کی صورتحال کا گہرائی میں جائزہ لیں، تو ان کا یہ کام اس ملک کے لئے نہایت قیمتی متصور ہوگا۔